ٱلۡمُطَفِّفِين

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

نام

پہلی ہی آیت ویل للمطففین سے ماخوذ ہے۔

زمانۂ نزول

اس کے انداز بیان اور مضامین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکۂ معظمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے جب اہل مکہ کے ذہن میں آخرت کا عقیدہ بٹھانے کے لیے پے در پے سورتیں نازل ہو رہی تھیں، اور اس کا نزول اس زمانے میں ہوا ہے جب اہل مکہ نے سڑکوں پر، بازاروں میں اور مجلسوں میں مسلمانوں پر آوازے کسنے اور ان کی توہین و تذلیل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، مگر ظلم و ستم اور مارپیٹ کا دور ابھی شروع نہیں ہوا

تھا۔ بعض مفسرین نے اس سورت کو مدنی قرار دیا ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ دراصل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں میں کم ناپنے اور تولنے کا کام مرض کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ویل للمطففین نازل کی اور لوگ بہت اچھی طرح ناپنے تولنے لگے (نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ، ابن جریر، بیہقی فی شعب الایمان) لیکن، جیساکہ سورۂ دہر میں بیان کیا جا چکا ہے، صحابہ اور تابعین کا عام طریقہ یہ تھا کہ ایک آیت جس معاملے پر چسپاں ہوتی ہے اس کے متعلق وہ یوں کہا کرتے تھے کہ یہ فلاں معاملے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے ابن عباس کی روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے لوگوں میں یہ بری عادت پھیلی ہوئی پائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے یہ سورت ان کو سنائی اور اس سے ان کے معاملات درست ہوگئے۔

موضوع اور مضامین

اس کا موضوع بھی آخرت ہے۔

پہلی چھ آیتوں میں اس عام بے ایمانی پر گرفت کی گئی ہے جو کاروباری لوگوں میں بکثرت پھیلی ہوئی تھی کہ دوسروں سے لینا ہوتا تھا تو پورا ناپ کر اور تول کر لیتے تھے، مگر جب دوسروں کو دینا ہوتا تو ناپ تول میں ہر ایک کو کچھ نہ کچھ گھاٹا دیتے تھے۔ معاشرے کی بے شمار خرابیوں میں سے اس ایک خرابی کو، جس کی قباحت سے کوئی انکار نہ کر سکتا تھا، بطورِ مثال لے کر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب تک لوگوں کو یہ احساس نہ ہو کہ ایک روز خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہے اس وقت تک یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملات میں کامل راست بازی اختیار کر سکیں۔ کوئی شخص دیانت داری کو "اچھی پالیسی" سمجھ کر بعض چھوٹے چھوٹے معاملات میں دیانت برت بھی لے تو ایسے مواقع پر وہ کبھی دیانت نہیں برت سکتا جہاں بے ایمانی ایک "مفید پالیسی" ثابت ہوتی ہو۔ آدمی کے اندر سچی اور مستقل دیانت داری اگر پیدا ہو سکتی ہے تو صرف خدا کے خوف اور آخرت پر یقین ہی سے ہو سکتی ہے، کیونکہ اس صورت میں دیانت ایک "پالیسی" نہیں بلکہ "فریضہ" قرار پاتی ہے اور آدمی کے اس پر قائم رہنے یا نہ رہنے

کا انحصار دنیا میں اس کے مفید یا غیر مفید ہونے پر نہیں رہتا۔
اس طرح اخلاق کے ساتھ عقیدۂ آخرت کا تعلق نہایت موثر اور دل نشین طریقہ سے واضح کرنے کے بعد آیت 7 سے 17 تک بتایا گیا ہے کہ بدکار لوگوں کے نامۂ اعمال پہلے ہی جرائم پیشہ لوگوں کے رجسٹر (black list) میں درج ہو رہے ہیں اور آخرت میں ان کو سخت تباہی سے دوچار ہونا ہے۔ پھر آیت 18 سے 28 تک نیک لوگوں کا بہترین انجام بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے اعمال نامے بلند پایہ لوگوں کے رجسٹر میں درج ہو رہے ہیں جس پر مقرب فرشتے مامور ہیں۔
آخر میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے اور اس کے ساتھ کفار کو خبردار بھی کیا گیا ہے کہ آج جو لوگ ایمان لانے والوں کی تذلیل کر رہے ہیں، قیامت کے روز یہی مجرم لوگ اپنی اِس روش کا بہت برا انجام دیکھیں گے اور یہی ایمان لانے والے ان مجرموں کا برا انجام دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔
وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ﴿۱﴾	1- خرابی ہے کمی کرنے والوں کے لئے (ناپ تول میں)۔ *1

*1 اصل میں لفظ مُطَفِّفِیۡن استعمال کیا گیا ہے جو تَطۡفِیۡف سے مشتق ہے عربی زبان میں چھوٹی اور حقیر چیز کے لیے بولتے ہیں اور تطفیف کا لفظ اصطلاحاً ناپ تول میں چوری چھپے کمی کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ کام کرنے والا ناپ کر یا تول کر چیز دیتے ہوئے کوئی بڑی مقدار نہیں اڑاتا بلکہ ہاتھ کی صفائی دکھا کر ہر خریدار کے حصے میں سے تھوڑا تھوڑا اڑاتا رہتا ہے اور خریدار بیچارے کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ تاجر اُسے کیا اور کتنا گھاٹا دے گیا ہے۔

الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ﴿۲﴾	2- وہ لوگ جب وہ ناپ کر لیں لوگوں سے تو پورا لیں۔

وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ؕ﴿۳﴾

3-اور جب ناپ کر دیں انہیں یا تول کر دیں انہیں توکم کرکے دیں۔ *2

*2قرآن مجید میں جگہ جگہ ناپ تول میں کمی کرنے کی سخت مذمت اور صحیح ناپنے اور تولنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا"انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو، ہم کسی شخص کو اس کی مقدرت سے زیادہ کا مکلف نہیں ٹھیراتے"(آیت ۱۵۲)۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا" جب ناپو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو"(آیت ۲۵)۔ سورہ رحمان میں تاکید کی گئی کہ "تولنے میں زیادتی نہ کرو، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ وزن کرو اور ترازو میں گھاٹا نہ دو"(آیات ۸۔۹)۔ قوم شعیب پر جس جرم کی وجہ سے عذاب نازل ہوا وہ یہی تھا کہ اُس کے اندر ناپ تول میں کمی کرنے کا مرض عام طور پر پھیلا ہوا تھا اور حضرت شعیب کی پے در پے نصیحتوں کے باوجود یہ قوم اِس جرم سے باز نہ آتی تھی۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۴﴾

4-کیا وہ نہیں خیال کرتے کہ بیشک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔

لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۙ﴿۵﴾

5-ایک بہت بڑے دن میں۔ *3

*3روز قیامت کو بڑا دن اس بنا پر کہا گیا ہے کہ اس میں تمام انسانوں اور جنوں کا حساب خدا کی عدالت میں بیک وقت لیا جائے گا اور عذاب وثواب کے اہم ترین فیصلے کیے جائیں گے۔

یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۶﴾

6-جس دن لوگ کھڑے ہوں گے رب العالمین کے سامنے۔

کَلَّاۤ اِنَّ کِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِیۡ سِجِّیۡنٍ ؕ﴿۷﴾

7-ہرگز نہیں *4۔ بیشک اعمال نامہ بدکاروں کا سجین میں ہے۔ *5

*4یعنی اِن لوگوں کا یہ گمان غلط ہے کہ دنیا میں اِن جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد یہ یونہی چھوٹ جائیں گے اور کبھی اِن کو اپنے خدا کے سامنے جواب دہی کے لیے حاضر نہ ہونا پڑے گا۔

*5 اصل میں لفظ سِجِّین استعمال ہوا ہے جو سِجن (جیل قید خانے) سے ماخوذ ہے اور آگے اُس کو جو تشریح کی گئی ہے اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس سے مراد وہ رجسٹر ہے جس میں سزا کے مستحق لوگوں کے اعمال نامے میں درج کیے جارہے ہیں۔

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سِجِّيۡنٌ ؕ ﴿۸﴾	8-اور کیا تم جانتے ہو کہ کیا ہے سجین ۔
كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ؕ ﴿۹﴾	9-ایک دفتر لکھا ہوا۔
وَيۡلٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۙ ﴿۱۰﴾	10-خرابی ہے اسدن جھٹلانے والوں کی
الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ ﴿۱۱﴾	11-وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں جزاء و سزا کے دن کو۔
وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ۙ ﴿۱۲﴾	12-اور نہیں جھٹلاتا اس کو مگر ہر وہی حد سے گذر جانے والا گنہگار۔
اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ؕ ﴿۱۳﴾	13-جب سنائی جاتی ہیں اسکو ہماری آیتیں *6 کہتا ہے افسانے ہیں پہلے لوگوں کے۔

*6 یعنی وہ آیات جن میں روزِ جزا کی خبر دی گئی ہے۔

كَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾	14-ہرگز نہیں۔ بلکہ زنگ ہے انکے دلوں پر اسکا جو وہ کماتے رہے ہیں۔ *7

*7 یعنی جزا وسزا کو افسانہ قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، لیکن جس وجہ سے یہ لوگ اسے افسانہ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جن گناہوں کا یہ ارتکاب کرتے رہے ہیں ان کا زنگ اِن کے دلوں پر پوری طرح چڑھ گیا ہے

اس لیے جو بات سراسر معقول ہے وہ اِن کو افسانہ نظر آتی ہے۔ اِس زنگ کی تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے تو وہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہی چلا جائے تو پورے دل پر وہ چھا جاتا ہے (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم، ابن ابی حاتم، ابن حبان وغیرہ)۔

كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ؕ ﴿۱۵﴾	15-ہرگز نہیں۔ بیشک اپنے رب سے اس دن وہ روک دیے جائیں گے۔ *8

8*یعنی دیدارِ الٰہی کا جو شرف نیک لوگوں کو نصیب ہو گا اس سے یہ لوگ محروم رہیں گے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد ششم، القیامہ، حاشیہ ۱۷)۔

ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ ؕ ﴿۱۶﴾	16-پھر بیشک وہ داخل ہونگے جہنم میں۔
ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ؕ ﴿۱۷﴾	17-پھر کہا جائے گا یہ وہی ہے تم جسکو جھٹلاتے تھے۔ *9

9*یعنی اِن لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ کوئی جزا و سزا واقع ہونے والی نہیں ہے۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِىۡ عِلِّيِّيۡنَ ؕ ﴿۱۸﴾	18-ہرگز نہیں۔ بیشک اعمال نامہ نیکو کاروں کا علیین میں ہے۔
وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا عِلِّيُّوۡنَ ؕ ﴿۱۹﴾	19-اور کیا تم جانتے ہو کہ کیا ہے علییون۔
كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ۙ ﴿۲۰﴾	20-ایک دفتر لکھا ہوا۔
يَّشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ ﴿۲۱﴾	21-شہادت دیتے ہیں جسکی مقرّبین۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍۙ ﴿۲۲﴾	22-بیشک نیکو کار ہوں گے نعمتوں میں۔
عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَۙ ﴿۲۳﴾	23-بلند مسندوں پر۔ دیکھ رہے ہوں گے۔
تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِۚ ﴿۲۴﴾	24-تم پہچان لو گے ان کے چہروں پر تازگی نعمت کی۔
يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍۙ ﴿۲۵﴾	25-ان کو پلائی جائے گی شراب خالص سربمہر۔
خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ ؕ وَ فِىۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَؕ ﴿۲۶﴾	26-جسکی مہر ہوگی مشک کی*10۔ اور اسی کی رغبت کریں رغبت کرنے والے۔

10*اصل الفاظ ہیں خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ جن برتنوں میں وہ شراب رکھی ہوگی اُن پر مٹی یا موم کے بجائے مشک کی مہر ہوگی۔ اس مفہوم کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ شراب کی ایک نفیس ترین قسم ہوگی جو نہروں میں بہنے والی شراب سے اشرف و اعلیٰ ہوگی اور اسے جنت کے خدام مشک کی مہر لگے ہوئے برتنوں میں لا کر اہل جنت کو پلائیں گے ۔ دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شراب جب پینے والوں کے حلق سے اترے گی تو آخر میں اُن کو مشک کی خوشبو محسوس ہوگی۔ یہ کیفیت دنیا کی شرابوں کے بالکل برعکس ہے جن کی بوتل کھلتے ہی بو کا ایک بھپکا ناک میں آتا ہے، پیتے ہوئے بھی ان کی بدبو محسوس ہوتی ہے، اور حلق سے جب وہ اترتی ہے تو دماغ تک اس کی سڑاند پہنچ جاتی ہے جس کی وجہ سے بدمزگی کے آثار ان کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔

وَمِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍۙ ﴿۲۷﴾	27-اور اس میں آمیزش ہوگی تسنیم کی۔*11

11*تسنیم کے معنی بلندی کے ہیں، اور کسی چشمے کو تسنیم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلندی سے بہتا ہوا نیچے آرہا ہو۔

عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ ﴿۲۸﴾	28-ایک چشمہ ہے پئیں گے جس میں سے مقرّب (اللہ کے) ۔
اِنَّ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَضۡحَكُوۡنَ ۖ ﴿۲۹﴾	29-بیشک وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ کیا کرتے تھے اُن لوگوں پر جو ایمان لائے ہنسی ۔
وَاِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ يَتَغَامَزُوۡنَ ۖ ﴿۳۰﴾	30-اور جب گذرتے انکے پاس سے تو نظروں سے اشارے کرتے تھے ۔
وَاِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِهِيۡنَ ۖ ﴿۳۱﴾	31-اور جب لوٹتے تھے اپنے گھر والوں کیطرف تو لوٹتے تھے اتراتے ہوئے ۔ *12

12*یعنی یہ سوچتے ہوئے پلٹتے تھے کہ آج تو مزا آگیا، میں نے فلاں مسلمان کا مذاق اُڑا کر اور اس پر آوازے اور پھبتیاں کس کر خوب لطف اٹھایا اور لوگوں میں بھی اس کی اچھی گت بنی ۔

وَاِذَا رَاَوۡهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ لَضَآلُّوۡنَ ۙ ﴿۳۲﴾	32-اور جب ان کو دیکھتے تو کہتے تھے بیشک یہ لوگ ہیں جو گمراہ ہوگئے ۔ *13

13*یعنی اِن کی عقل ماری گئی ہے، اپنے آپ کو دنیا کے فائدوں اور لذتوں سے صرف اس لیے محروم کر لیا ہے اور ہر طرح کے خطرات اور مصائب صرف اس لیے مول لے لیے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں آخرت اور جنت اور دوزخ کے چکر میں ڈال دیا ہے ۔ جو کچھ حاضر ہے اسے اس موہوم امید پر چھوڑ رہے ہیں کہ موت کے بعد کسی جنت کے ملنے کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ، اور جو تکلیفیں آج پہنچ رہی ہیں انہیں اس خیالِ خام کی بنا پر جھیل رہے ہیں کہ دوسری دنیا میں کوئی جہنم ہوگی جس کے عذاب سے انہیں ڈرایا گیا ہے ۔

وَمَآ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ حٰفِظِيۡنَ ؕ﴿۳۳﴾	33-اور وہ نہیں بھیجے گئے تھے ان پر نگراں بنا کر ۔ *14

14*اس مختصر سے فقرے میں ان مذاق اڑانے والوں کو بڑی سبق آموز تنبیہ کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بالفرض وہ سب کچھ غلط ہے جس پر مسلمان ایمان لائے ہیں لیکن وہ تمہارا تو کچھ نہیں بگاڑ رہے ہیں ۔ جس چیز کو انہوں نے حق سمجھا ہے اس کے مطابق وہ اپنی جگہ خود ہی ایک خاص اخلاقی رویہ اختیار کر رہے ہیں۔ اب کیا خدا نے تمہیں کوئی فوجدار بنا کر بھیجا ہے کہ جو تمہیں نہیں چھیڑ رہا ہے اس کو تم چھیڑو، اور جو تمہیں کوئی تکلیف نہیں دے رہا ہے اسے تم خوامخواہ تکلیف دو؟

فَالۡيَوۡمَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَ ۙ﴿۳۴﴾	34-تو آج وہ لوگ جو ایمان لائے تھے کافروں پر ہنس رہے ہیں۔
عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۙ يَنۡظُرُوۡنَ ؕ﴿۳۵﴾	35-بلند مسندوں پر۔ دیکھ رہے ہوں گے۔
هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾	36-کیا پورا بدلہ مل گیا کافروں کو اسکا جو یہ کرتے تھے ۔ *15

15*اس فقرے میں ایک لطیف طنز ہے ۔ چونکہ وہ کفار کارِ ثواب سمجھ کر مومنوں کو تنگ کرتے تھے، اس لیے فرمایا گیا کہ آخرت میں مومن جنت میں مزے سے بیٹھے ہوئے جہنم میں جلنے والے ان کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ خوب ثواب انہیں ان کے اعمال کا مل گیا۔